تعارف اور تبصرے

نام کتاب : ماخذات [تحقیقی اور تنقیدی مضامین]

مصنفہ : ڈاکٹر سمیرا اعجاز

ضخامت : ۱۷۶

اشاعت : ۲۰۱۷ء

ناشر : مثال پبلشرز، فیصل آباد

مبصر : ڈاکٹر شاہ انجم، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، حیدر آباد۔

زیرِ تبصرہ کتاب ڈاکٹر سمیرا اعجاز کے نو (۹) تحقیقی وتنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ ابتدائی چار مضامین جو اہم موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ یہ ہیں: ''تاریخ ادبِ اردو'' از رام بابو سکسینہ کے مصادر، شبلی کی تصنیف ''اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر'' کے منابع۔ تمدنِ دہلی کے مآخذِ مطالعہ۔ ادبی تاریخ نویسی کے مآخذ۔

یہی وہ مضامین ہیں جن کی بنیاد پر زیرِ نظر کتاب کا عنوان تجویز کیا گیا ہے۔ بلاشبہ تاریخِ ادب اور دہلی کی تہذیب وتمدن کے اکثر مصادر ومنابع کی خوب نشان دہی کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ موضوعات نئے نہیں ہیں لیکن مصنفہ کی محنت اور سلیقے کے سبب یہ معلومات قدرے آسان اور یکجا ہو گئی ہیں۔

کتاب کے بقیہ مضامین کے عنوانات بھی ملاحظہ ہوں: ☆۔ کلام منیر نیازی میں اختلافِ متن کی صورت، ☆۔ ذخیرۂ شیرانی، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے چھے مخطوطات کا جائزہ، ☆۔ منیر نیازی کا غیر مدون کلام، ☆۔ منیر نیازی کی ڈراما نگاری۔ تحقیق وتنقید، ☆۔ منیر نیازی کی پنجابی شاعری۔ تجزیاتی مطالعہ۔

ڈاکٹر سمیرا اعجاز نے منیر نیازی پر پی ایچ ڈی کیا ہے۔ سرورق کے پشت پر آپ کی مطبوعہ کتابوں کے عکس بھی موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں: (۱) منیر نیازی۔ شخص وشاعر (۲) کُلیاتِ نثرِ منیر نیازی۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں بھی منیر نیازی سے متعلق چار مضامین شریک ہیں جو اس موضوع سے آپ کی دل چسپی اور دسترس کا

ثبوت ہیں۔ آپ نے منیر نیازی کے اُردو کلام کے تحقیقی مطالعے کے ساتھ ساتھ ان کے پنجابی کلام اور پنجابی نثر پر مشتمل دو ڈراموں کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے۔

اس کتاب کا انتساب معروف محقق ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے نام ہے۔ دیدہ زیب سرورق اور عمدہ چھپائی جہاں قابل تعریف ہے وہاں اس کتاب میں پروف کی اغلاط بھی بہت کھٹکتی ہیں۔ چوں کہ تحقیقی کتابیں حوالے کا کام دیتی ہیں اس لیے ان کی صحت کا خاص اہتمام ہونا چاہیے۔ سرسری طور پر پروف کی جو اغلاط نظر میں آئیں ان میں سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ص ۱۸، نشروں بجائے نشتروں، ص ۱۹۔ بندی بجائے ہندی ص ۲۰۔ گلشن بے کار بجائے گلشن بے خار، ص ۳۳۔ شبلی کا سالِ وفات ۱۷۱۴ء بجائے ۱۹۱۴ء، ص ۳۶ شقّی بجائے وثیقے، ص ۳۷۔ مصندوں بجائے مفسدوں، ص ۴۱۔ فرانس بجائے فرانسس (Francis)، ص ۲۷۔ میراثی بجائے مراثی اور ص ۴۳۷۔ کام بجائے کلام ہے۔

اُمید ہے کہ آئندہ اشاعت میں مذکورہ نوعیت کی شکایات کو دور کر دیا جائے گا۔

زیرِ تبصرہ کتاب کے مضامین سے ڈاکٹر سمیرا اعجاز کے تحقیقی مزاج کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ یقیناً علمی وادبی حلقوں میں اس کتاب کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

نام کتاب	:	گلگت بلتستان کی زبانوں کا جائزہ (مع تقابلی لُغت)
مصنّفہ	:	ڈاکٹر عظمیٰ سلیم
ضخامت	:	۱۷۶
اشاعت	:	۲۰۱۷ء
ناشر	:	اکادمی ادبیات پاکستان، ۸/۱۔ ایچ، اسلام آباد
قیمت	:	مجلد۔/۲۶۰ غیر مجلد۔/۲۲۰ روپے
مبصر	:	ڈاکٹر شاہ انجم

زیرِ تبصرہ کتاب معروف ماہرِ لسانیات، محقق اور لکھاری ڈاکٹر عظمیٰ سلیم کی تحقیقی کاوشوں کا ثمر ہے۔ آپ فیڈرل کالج برائے خواتین، اسکردو، میں اردو کی استاد بھی ہیں۔ اب تک آپ کی نصف درجن سے زائد کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ شمالی علاقہ جات کے تناظر میں اردو زبان وادب پر آپ کی اختصاصی حیثیت واضح ہوتی جا رہی ہے۔ چناں چہ اس حوالے سے آپ کی قابلِ ذکر کتابوں میں: ''شمالی علاقہ جات میں اردو زبان وادب، 'بلتستان تاریخ کے آئینے میں'' (ترجمہ) ''شمالی علاقہ جات'' اور ''تاریخ گلگت'' (ترجمہ) خصوصیت کی حامل ہیں۔

پیش نظر کتاب پیش لفظ اور کتابیات کے علاوہ مندرجہ ذیل چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اوّل: گلگت بلتستان، تعارف اور احوال

باب دوم: اُردو زبان کے مقامی زبانوں اور ادب پر اثرات۔

باب سوم: ابتدائی تقابلی لُغت

باب چہارم: مجموعی نتائج

زیرِ تبصرہ کتاب کے وجود میں آنے کے محرکات پر خود مصنّفہ نے بھی درج ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ ملاحظہ ہو: ''پاکستان، لسانی اعتبار سے اپنے اندر ایک خاص رنگا رنگی رکھتا ہے۔ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے ان رنگوں میں سے بیش تر سے استفادہ کرنے کا موقع ملا......گلگت بلتستان میں رہنا،۔ بجائے خود، ایک اور دنیا میں رہنا ہے۔ اس پر طُرّہ یہ کہ ہمہ وقت مختلف زبانیں اور لہجے سنتے رہنا، الفاظ کی ایک انوکھی ادائیگی، مختلف الفاظ کے نئے معنی و مفاہیم اور استعمال سے واقف ہونا، ایک ایسا تجربہ تھا جس نے مجھے یہ کتاب تحریر کرنے پر اکسایا۔'' (پیش لفظ)

زیرِ تبصرہ کتاب کے محرکات جان لینے کے بعد اب ذیل میں اس کے محتویات کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے اس کتاب کی قدر و قیمت کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

باب اوّل کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ تعارف (مرحلہ وار تاریخ) اور صوبائی سطح کی صورتِ حال پر مشتمل ہے۔ اسی طرح دوسرا حصہ جن اہم عنوانات کے تحت قابلِ قدر مواد سامنے لاتا ہے، وہ یہ ہیں:

☆۔ [گلگت بلتستان کا] جغرافیہ، دفاعی، تعلیمی، مذہبی، معاشرتی، معاشی اور لسانی صورتِ حال۔

☆۔ اقوام کا تعارف، موسم، ذرائع، آمد و رفت اور مخلوط معاشرے کی عکاسی

فاضل مصنفہ نے مجموعی لسانیاتی صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہوئے یہاں کی زبانوں کو تین مختلف درجوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ گلگت بلتستان کی اپنی خاص زبانیں: بلتی، شینا اور بروشسکی

۲۔ یہاں آباد دیگر اقوام کی زبانیں: وخی، کھوار، کوہستانی، ڈومکی، گوجری، کشمیری، پشتو، ہندکو، فارسی اور پنجابی۔

۳۔ رابطے کی زبانیں: اُردو اور انگریزی

کتاب کا دوسرا باب ''اردو زبان و ادب کے مقامی زبانوں اور ادب پر اثرات'' ایک دل چسپ سیر کا حامل ہے، جس میں پندرہ زبانوں پر اُردو کے اثرات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں گلگت بلتستان کی ''ابتدائی تقابلی لُغت'' پیش کی گئی ہے۔ یہ باب بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں لُغت کی تعریف، تقابلی لغت کی ضرورت اور اہمیت جیسے مختلف عنوانات پر تحقیقی بحث کی گئی ہے۔ جب کہ دوسرے حصے میں موضوعاتی اعتبار سے اردو اور انگریزی کے مقابلے میں بلتی، شینا اور بروشسکی زبانوں کے الفاظ درج کیے گئے ہیں۔ اندراجات کا نمونہ مثالاً

ملاحظہ ہو:

اردو	انگریزی	بلتی	شینا	بروشسکی
دیکھنا	To see	حلتا	چکوکی	بَرِئیسُ
سُننا	To hear	کوا	کونڈوکی	یلَسُ
بولنا	To speak	زیربا	مورتھوکی	غَراسِ

مذکورہ بالا تین ابواب ہی دراصل کتاب کے کلیدی ابواب کہے جاسکتے ہیں۔ فاضل مصنفہ نے بڑی عرق ریزی سے اتنے پھیلے ہوئے موضوع کو کام یابی سے سمیٹا ہے اس محنت اور عرق ریزی کی داد نہ دینا یقیناً انصاف سے بعید ہوگا۔

کتاب، کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے بھی عمدہ ہے۔ رنگین سرورق بھی دیدہ زیب اور جاذبِ نظر ہے۔ پروف کی اغلاط البتہ پائی جاتی ہیں۔ لیکن ایسی زیادہ بھی نہیں ہیں۔ مثلاً ص ۹ پر اکتسابات کے بجائے ''اکتباسات''۔ ص۱۹ پر ''قوائد'' بجائے قواعد کے، ص ۲۱ پر ''بیش رفت'' بجائے پیش رفت ص ۴۹ پر ''دست'' بجائے وسعت کے، ص ۱۰۶ پر ''مکتلف'' بجائے مختلف کے، ص ۱۰۷ پر ''بکارا'' بجائے بخارا کے درج ہے۔

اُمید ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس جانب بھی خصوصی توجہ کی جائے گی۔

یہاں یہ بھی ذکر کرتے چلیں کہ فاضل مصنفہ نے شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی جام شورو، ہی سے پروفیسر ڈاکٹر سیّد جاوید اقبال کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کی سندِ فضیلت حاصل کی تھی۔

چیئرمین اکادمی ادبیات پروفیسر ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو بھی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جنھوں نے اتنی اہم کتاب کی اشاعت میں دل چسپی لی اور اپنے ادارے کی فہرست میں ایک اہم کتاب کا اضافہ کیا